ترقی و پیشرفت

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

ثاقب اکبر

آج کی اس دنیا میں جونہی ترقی کا لفظ کانوں سے ٹکرائے ذہن فوری طور پر اسے مادی ترقی یا MATERIAL DEVELOPMENT پر محمول کرتا ہے۔ ہم اس مقالے میں قرآن کی نظر میں ترقی کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ ترقی کی اساس، شرائط اور حدود مرز کا کچھ ذکر کریں گے۔

پیش رفت میں فرد کی حیثیت :

اسلام کی نظر میں تنہا معاشرے کی ترقی یا فقط فرد کی ترقی ملحوظ خاطر نہیں ہوتی بلکہ فرد اور معاشرہ دونوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اسلام کا یہ نظریہ نہیں کہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں (۱)

اسلام کمیونزم کے اس نظریہ و تصور کو قبول نہیں کرتا کہ معاشرہ اصل ہے اور فرد کی کوئی حیثیت اس سے جدا نہیں ہے۔ اسلام جہاں معاشرے کی اہمیت و اصالت کا قائل ہے وہاں فرد کو بھی اصالت بخشتا ہے۔ ایسا نہیں کہ معاشرے کو اہمیت دے اور فرد کی ذات کی نفی کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا

کان، آنکھ اور دل کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ ہر کوئی اپنا وزن خود اٹھائے گا۔ (۲)

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔(۳)

سورہ بقرہ میں ارشاد الٰہی ہے:

لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ"

کسی شخص سے بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔(۴)

نیز یہ بھی فرمایا:

وَلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ"

کسی شخص سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔(۵)

سورہ انعام کی یہ آیت بھی اسی مفہوم کی حامل ہے:

وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا

اور اگر وہ جس قدر معاوضہ بھی دینا چاہے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔(۶)

سورہ لقمان کی بھی ایک آیت ملاحظہ فرمائیے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اس دن کے بارے میں جب والد اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی بدلہ دے پائے گا نہ بیٹا اپنے والد کے لیے کوئی چیز بطور بدلے کے دے سکے گا۔(۷)

ہر شخص اپنے مقام پر خود مسئولیت رکھتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیته

تم میں ہر کوئی کسی کی رعایا بھی ہے اور ہر کوئی اپنی رعایا کا جواب دہ بھی ہے۔(۸)

ترقی اجتماعی حیثیت سے:

فرد بھی ایک حقیقت رکھتا ہے، ایک حیثیت کا مالک ہے۔ معاشرہ بھی ایک حیثیت و واقعیت سے بہرہ ور ہے۔ جہاں ایک انسان کے لئے قرآن گویا ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسان کے لیے فقط وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی۔(۹)

وہاں قوم و ملت کیلئے ارشاد ہے:

انّ اللّٰہَ لَا یُغَیّرُ مَا بِقَومٍ حتّی یُغَیّرُوا مَا بِاَنفُسِہِم

بے شک اللہ کسی قوم (اور ملت) کی سرنوشت کو نہیں بدلتا مگر یہ کہ وہ خود اسے تبدیل کریں۔ (۱۰)

فردی ترقی اور معاشرے کی ترقی ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ مغرب کی آزاد معشیت کا تصور اگر یہ ہو کہ فرد کی ایسی آزادی کو اسلام قبول نہیں کرتا اور نہ ہی فرد کی بالکل نفی کا قائل ہے۔ اسلام میں ترقی کا تصور فرد اور معاشرے دونوں کی ترقی سے عبارت ہے۔ اسلام فرد فرد کر کے تربیت کرتا ہے۔ ہر کسی کو انفرادی مسئولیت کے احساس کے ساتھ اجتماعی شعور دے کر پروان چڑھاتا ہے۔ اس طرح سے ایک احساس ذمہ داری رکھنے والے معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے۔ دنیاو آخرت کی بھلائی قابل ذکر ہے کہ اسلام میں معاشرے کی اکائی خاندان ہے اور خاندان کی اکائی فرد ہے۔ چونکہ اسلام انسان کی اس دنیاوی زندگی پر اس کے خاتمے کا قائل بلکہ اس کے بعد بھی اس کی حیات کا قائل ہے لہذا جب اسلام ترقی کی بات کرتا ہے تو دونوں جہاں کی سعادت پیش نظر رکھتا ہے۔ دونوں جہاں کی سعادت کی ضمانت دیتا ہے۔ دونوں جہاں کی ترقی و بھلائی کی بات کرتا ہے۔ اسلام ان تمام نظریات سے بالاتر ہے جو انسانی آنکھ بند ہوتے کے ساتھ ہی اس کی ترقی اور پیش رفت کو موقوف سمجھتے ہیں۔

بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو دونوں جہاں کی سعادت و خوش بختی چاہتے ہیں۔

رَبّنَا اتنا فی الدُّنیا حسنۃً وَ فی الاٰخرۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی اچھائی اور بھلائی سے نواز اور آخرت میں بھی بھلائی اور خیر عطا کر اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچالے۔ (۱۱)

لیکن جو فقط اسی دنیا کو چاہتے ہیں قرآن کے نزدیک آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ارشاد رب العزت ہے:

فمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُولُ رَبَّنَا اتنَا فِی الدُّنیا وَ مَالَہ' فِی الاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ

پس بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں دنیا میں عطا کر۔ ایسا کہنے والے کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (۱۲)

یہ لوگ اگرچہ آخرت کی نفی کر رہے ہیں لیکن انہیں خدا نے دنیا طلبی پر محروم نہیں رکھا۔ آخرت کو نظر انداز کرنے کے باوجود دنیا میں ان کے حصے کی نفی نہیں ہوئی۔ دنیا میں بھی یہ لوگ ترقی کی کچھ منازل طے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ترقی زود گذر اور جلد نابود ہو جانے والی ہے۔ اس کا خاتمہ جلد ہو جانے والا ہے۔ بہر حال جن لوگوں نے اپنی ترقی کی بنیاد آخرت کی نفی پر رکھی ہے وہ بھی کچھ نہ کچھ اس دنیا میں حصہ پاتے ہیں اور ترقی حاصل کرتے ہیں۔

قوموں کی حیات و موت:

اسلام فقط جسم کے عنوان سے نہ معاشرے کو دیکھتا ہے اور نہ ہی فرد کے بارے میں یہ نظر رکھتا ہے۔ قرآن نے

فرد کی موت کاذکر کیاہے تو قوموں کو بھی اس سے مستثنی قرار نہیں دیا۔کل نفس ذائقة الموت کے تحت اگر فرد موت سے ہمکنار ہوتاہے تو قرآنی رو سے معاشرے کو بھی اس سے فرار نہیں۔ جیساکہ ارشادباری تعالیٰ ہے کہ :

مَاتَسبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَستَاْخِرُوْنَ

کوئی قوم وقت سے پہلے اپنے انجام کو نہیں پہنچتی اور نہ ہی وقت آنے پر اس میں تاخیر ہوسکتی ہے۔(۱۳)

جب کسی قوم کی موت آن پہنچتی ہے تو پھر نہ لمحہ بھر پہلے آتی ہے اور نہ ہی لمحہ بھر موخر ہوتی ہے۔ فرد کی حیات کاذکر کیاہے تو قوم کی حیات کابیان بھی ہے۔ گویا قوم بھی روح رکھتی ہے معاشرہ بھی روح رکھتاہے اور فرد بھی ایک روح رکھتاہے۔ اسلام یہ چاہتاہے کہ فرد کی ایسی نشوونماہو کہ خود بھی ایک امت ہو۔ جیساکہ حضرت ابراہیمؑ کی تعریف کی گئی ہے۔

انَّ ابرٰهِيمَ كَانَ اُمَّةً

ابراہیم ایک امت تھے۔(۱۴)

ابراہیم ایک امت تھے یعنی ایک فرد بھی تھے اور اسکے ساتھ ساتھ ان کی سوچ اجتماعی تھی ان کی ساری جدوجہد اجتماعی تھی۔وہ سارے معاشرے کی بھلائی چاہتے تھے۔

جہان علت و معلول :

آیا ترقی سے متعلق قرآنی و دینی نظریہ مادی ترقی کی نفی پر استوار ہے یا دنیا کی مادی ترقی اور اسباب کو بروئے کار لانے کا دین حکم دیتاہے ؟اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة نیز لیس للانسان الا ماسعی یا پھر "ان الله لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسهم" ۔۔۔۔۔۔یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام جدوجہد پر زور دیتاہے۔ محنت و کوشش کی ترغیب دلاتاہے۔

تن کو تقدیر کے زندان میں بند کرنے سے روکتاہے۔"تقدیر" کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر بیکاری اور سستی کی راہیں ڈھونڈنے پر شدید مذمت کرتاہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں خوب کہاہے :

نہیں کرتے کھیتی میں جو جانفشانی
نہ ہل جوتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی
یہ جب یاس کرتی ہے ان پہ گرانی
تو کہتے ہیں حق کی ہے نامہربانی

نہیں لیتے کچھ کام تدبیر سے وہ
سدا لڑتے رہتے ہیں تقدیر سے وہ (۱۵)

اسلامی متکلین اور حکماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات اخذ کر کے لکھی ہے کہ یہ جہان علت ومعلول کا جہاں ہے۔ سبب اور مسبب کی دنیا ہے۔ اسباب بروئے کار لائے جائیں۔ جدوجہد کی جائے۔ انسان کا فاعل مختار ہونا' حسن قبح عقلی کا قبول کرنا اور سبب ومسبب کا قبول کرنا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام عدم جدوجہد کی نفی کرتا ہے۔ کاہلی وسستی کی شدید مذمت کرتا ہے۔ بیکاری سے منع کرتا ہے۔ جدوجہد کی دعوت دیتا ہے۔ رسول اکرمؐ کا یہ فرمان ہے:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

محنت کش (کمانے والا) اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے۔ (۱۶)

نبی کریمؐ کے بارے میں ایک روایت ہے کہ آپؐ نے ایک مزدور کا ہاتھ دیکھا تو اسے چوم لیا۔ اسی طرح نبی پاکؐ کی بیٹی فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا کا تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے چکی کا پیسنا۔ ع

آسیا گردان و لب قرآن سرا

نیز قرآن کا یہ کہنا کہ دشمن کے مقابلے میں اپنی تیاری مکمل کرلو۔ گھوڑے تیار رکھو۔ اسلحے سے لیس ہو جاؤ۔ (۱۷)

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ

اور دشمن کے خلاف جس قدر قوت ممکن ہو سکے مہیا کیے رکھو اور گھوڑے بھی تیار رکھو۔ (۱۸)

رسول اکرمؐ کا دشمن سے مقابلے کے لیے باہر نکلنا' جہاد کے لیے میدان جنگ میں جانا' بڑھ بڑھ کر دشمن پر وار کرنا۔ انؐ کا ترقی اور جدوجہد کی طرف اپنی قوم کو دعوت دینا۔ غربت وافلاس اور فقر و محرومی کے خلاف برسرپیکار رہنے کا حکم دینا۔ ان سب سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اسلام سبب ومسبب اور کوشش و جدوجہد پر یقین رکھتا ہے قرآن میں متعدد ایسی آیات ہیں جو تلاش پیہم کی دعوت دیتی ہیں اور کائنات پر حاکم علت ومعلول کے قانون کی گواہی دیتی ہیں مثلاً حضرت ذوالقرنین سے متعلق سورۃ کہف کی یہ آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا

جب ہم نے اس (ذوالقرنین) کو زمین پر اقتدار عطا کیا اور اسے تمام تر اسباب مہیا کیے تو وہ ان اسباب کو بروئے کار لایا۔ (۱۹)

انہوں نے سبب کی پیروی کی علت کو بروئے کار لائے۔ اسباب کائنات کو برتا۔ اسباب دنیا کے ذریعے مظلوم قوم کی مدد کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر ترقی یافتہ تھے اور وہ مظلوم قوم نہ جانتی تھی کہ کس طرح سے اپنا دفاع

کرے۔

معاشرتی پیش رفت قرآنی مثال :

حضرت سلیمان کی مملکت بھی اپنے دور کی ترقی یافتہ ترین مملکت تھی۔ ان کے دربار میں ایک شخص تھا جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے :

قال الذی عندہ علم من الکتب

اس شخص نے جس کے پاس الکتاب میں سے علم تھا کہا۔۔(۲۰)

قرآن میں متعدد جگہوں پر الکتاب سے مراد کتاب کائنات لیا گیا ہے۔ یہ آیات کائنات کے لا یتغیر قوانین اور اصولوں پر دلالت کرتی ہیں۔(۲۱)

یہاں پر بھی کتاب سے مراد معمولاً جو ہم تصور کرتے ہیں وہ نہیں بلکہ قرآن کا اپنا تصور کتاب ہے۔ کتاب یعنی لکھے گئے قوانین کا مجموعہ گویا ایسے محکم قوانین جو کائنات پر حکم فرما ہیں۔ کائنات پر غور کرنا اصولوں کو دریافت کرنا قوانین کو اخذ کرنا اسے آپ سائنس کہیں یا کسی بھی نام سے موسوم کریں بہر حال انہی قوانین کو کشف کر کے ان کی مدد سے تخت بلقیس کو اٹھا لایا گیا۔ اسی طرح جب وہ ملکہ آئی اور حضرت سلیمان نے اپنی جدید ٹیکنالوجی کا اس طرح سے بھی تعارف کروایا کہ ایک مقام کی سیر کو لے گئے جب اس میں داخل ہونے لگے تو ملکہ نے آگے پانی سمجھتے ہوئے پنڈلیوں تک اپنا لباس اٹھا لیا۔ جبکہ وہ پانی نہ تھا بلکہ شیشہ تھا۔ قرآن کے الفاظ ہیں :

قیل لھا ادخلی الصرح فلما راتہ حسبتہ لجۃ و کشفت عن سا قیھا قال انہ صرح ممرد من قواریر

بلقیس سے کہا گیا محل میں چلیے۔ جب اس کی نظر محل میں شیشے کے فرش پر پڑی تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے وہاں سے گزرنے کے لیے اس نے پائینچے اس طرح سے اٹھائے کہ اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ یہ دیکھا تو سلیمان نے کہا یہ تو شیش محل ہے جس کے فرش میں بھی شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ (۲۲)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کی حکومت کس قدر ترقی یافتہ تھی کہ اس وقت کی ایک ملکہ ان کی ترقی کو نہ سمجھ سکی اور ان کی علمی طاقت سے مرعوب ہو گئی۔ سلیمان ایک ایسے بادشاہ تھے جو ایک چیونٹی پر بھی ظلم روا نہ سمجھتے تھے۔ یعنی کسی کمزور ترین مخلوق پر بھی اپنی بادشاہت کا رعب نہیں جمانا چاہتے تھے۔ قران اس سلسلے میں گویا ہے :

حتی اذآ اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یایھا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمن و جنودہ وھم لا یشعرون

جب سلیمان کا کاروان چیونٹیوں کی ایک وادی تک پہنچا تو ایک چیونٹی پکاری 'اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روندنہ ڈالے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ (۲۳)

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكاً مِنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

چیونٹی کی اس بات پر سلیمان مسکرائے اور کہنے لگے اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں اور ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور اپنی رحمت سے تو مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔ (۲۴)

حضرت سلیمان کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ترقی کے خواہاں تھے لیکن ایسی ترقی جو کسی قوم کے استحصال پر اور ظلم و زیادتی پر مبنی نہ ہو۔

نیشنلزم اور اسلام کے تصور میں فرق :

لہذا نیشنلزم کا یہ تصور کسی صورت اسلام کو قبول نہیں کہ جس میں ایک قوم کی ترقی کی خاطر دوسری قوموں کو لوٹ لیا جائے، ظلم و تشدد کیا جائے، منافقت، دھونس اور دھاندلی سے کام لیا جائے۔ کسی کو سر اٹھانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح سے اپنی ترقی و تہذیب کو استوار کرنے کو قرآن و سنت نے رد کیا ہے۔ اسلام قطعاً ایسی ترقی کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام جس ترقی و پیش رفت کی خواہش رکھتا ہے، اس کی بنیادیں عدل و تعاون پر قائم ہیں۔ قرآن ان لوگوں کو معاشرے میں رہبریت کا حق دیتا ہے۔ جو شجاعت، علم و تقویٰ اور بصیرت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ لوگوں نے خدا کے نبی حضرت داؤد سے استفسار کیا کہ آپ نے طالوت کو ہمارا لیڈر کیوں منتخب کیا تو انہوں نے طالوت کے انتخاب کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ

اس (نبی) نے کہا: اسے خدا نے علم اور جسمانی طاقت میں تم سے برتری کی بنیاد پر منتخب کیا ہے۔ (۲۵)

خدا نے ان کا انتخاب علم و شجاعت کی بنا پر کیا ہے۔ یعنی طالوت اندھی طاقت نہیں رکھتے بلکہ آنکھوں والی طاقت رکھتے ہیں علم کا نور بھی ان کے ساتھ ہے۔ اسلام اس طرح کی قیادت معاشرے پر چاہتا ہے۔ یعنی افراد کی تربیت یوں ہو اور ان کے درمیان مقابلہ علم، شجاعت اور تقوی کی بنیاد پر ہو۔ ایک نسل کا دوسری نسل کے ساتھ اور ایک رنگ کا دوسرے رنگ کے ساتھ ٹکرا کر آگے بڑھنے اور ترقی و پیش رفت کرنے کی اسلام پرزور مذمت کرتا ہے۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ

تم میں سے زیادہ مکرم اور گرامی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔(۲۶)

اس بارے میں علمبر دار توحید رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد بجا طور پر بہت شہرت رکھتا ہے :

ایها الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد کلکم لادم و آدم من تراب ان

اکرمکم عند الله اتقکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوی

اے انسانو! یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اللہ کے نزدیک زیادہ شرف اسے حاصل ہے جو تم میں سے متقی زیادہ ہے اور کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہو سکتی ہے۔(۲۷)

اسلام رنگ و نسل کی تمیز سے بالاتر ہو کر ترقی و پیش رفت چاہتا ہے۔ اسلام کسی ایک نسل کی ترقی نہیں بلکہ ہمہ گیر آفاقی ترقی، تمام نسلوں کی ترقی، نوع بشر کی ترقی کا خواہاں ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو جو مغربی نظریہ قومیت کے اسیر ہو چکے ہیں بقول حکیم امت یہ پیغام دیتا ہے :

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے

تو اے مرغ حرم! اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا (۲۸)

عدل--پائیدار ترقی کا ضامن :

ایسی ترقی جس کی بنیادیں عدل و قسط پر قائم ہوں۔ اگر حکومت قائم ہو تو عدالت اجتماعی کے تقاضوں کے عین مطابق ہر شعبہ حکومت میں عدل و انصاف حکم فرما ہو۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں بہت ساری جگہوں پر منشائے الٰہی بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمان خداوندی ہے :

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الۡھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا پس تو لوگوں کے مابین حق کے مطابق حکم کر اور ہوائے نفس کی پیروی نہ کر کہ یہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔(۲۹)

ہم نے تمہیں حکومت اس لیے دی کہ لوگوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے عدل و قسط کے قوانین سب پر برابر لاگو ہوں۔ قانون سب کے لیے مساوی ہو۔ تمیز و تفاوت معاشرے میں ناپید ہو۔ اس طرح قرآن ایک پائیدار اور حقیقی ترقی کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اسلام کھوکھلی اور نمائش اور چند افراد یا چند خاندانوں کی ترقی کو ترقی قرار نہیں دیتا۔

تمام انسانوں کی ترقی، انسانی اقتدار پر استوار ترقی، ہمہ گیر و آفاقی ترقی اسلام کے پیش نظر ہے۔ اسلام ایسی تہذیب بناتا ہے جس میں صدیوں سے مستحکم اور قائم رہنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

ابتدائی دنوں میں امت اسلام کا یہ حال تھا کہ جنگ احزاب میں اگر لوگوں نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا تھا تو نبی پاکؐ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ جدو جہد کرتے رہے یہاں تک کہ بعض روایات میں ہے کہ جب فتح خیبر ہوئی تو مدینے میں بچے سونے کی ڈلیوں سے کھیلتے تھے۔ اگرچہ یہ مبالغہ ہی کیوں نہ ہو تاہم حالات کی تبدیلی اور ترقی کی حکایت ضرور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے دور میں یہ حالت تھی کہ لوگ زکات دینا چاہتے تھے لیکن مدینے میں کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا تھا جو زکات لینے کا مستحق ہو یعنی اسی تنگ دست و فقیر معاشرے کو رسول اللہؐ نے اور ان کے رفقاء نے اسلام کے پیش کردہ اصولوں کے تحت معاشرے کو اس قدر استحکام و ترقی عطا کردی کہ لوگ خوشحال زندگی گذارنے لگے۔ گویا ترقی و پیش رفت کا اسلام خواہاں ہے۔ البتہ اس کے لیے اس کے اپنے اصول ہیں۔

اسلام دنیا کے حصول کا ایسے قائل نہیں جس سے آخرت کی نفی ہوتی ہو اور نہ کسی ایسی آخرت کا قائل ہے۔ جس سے دنیا کی نفی لازم آئے۔

اَلدُّنیَا مَزْرَعَۃُ الآخِرَۃِ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (۳۰)

آخرت اس دنیا سے ہو کر گزرتی ہے۔ دنیا کی ترقی و پیش رفت تقویٰ و عدالت الٰہی کی بنیاد پر ہو تو آخرت میں بھی یہ انسان کے لیے مفید و منفعت بخش ہے۔ وگرنہ فقر و تنگدستی کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کَادَ الفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرً

فقر کفر (کا باعث) بن جائے گا۔ (۳۱)

ایسا معاشرہ اور ملک جو خود فقیر ہو وہ دوسروں کے سامنے نہ سر اٹھا کر بات کر سکتا ہے۔ نہ عزت و آبرو رکھتا ہے۔ جب دوسروں کے محتاج ہوں گے تو پھر شرائط بھی انہی کی ہوں گی۔ صحیح اسلامی معاشرہ وہ ہے جو جرات، ہمت، محنت مشقت اور ایمان کی دولت کے ساتھ ترقی پیش رفت کرے۔ تمام مادی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اپنے قدم جمائے۔ انسان کی دشمن استحصالی طاقتوں کے ظالم خونی پنجوں سے نجات حاصل کرے۔ کائنات پر حاکم قوانین کا استخراج کرے اور اسباب کائنات کر بروئے کار لا کر زندگی کے ہر میدان میں اپنے حریفوں کے سامنے سینہ سپر ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱) کلیات اقبال(اردو)'بانگ درا'نظم : شمع'ص ۱۹۰۔ ۲) بنی اسرائیل۔۳۶

۳) انعام۔۱۶۴ ۴) بقرہ۔۱۲۳

۵) بقرہ۔۴۸ ۶) انعام۔۷۰

۷) لقمان۔۳۳

۸) صحیح مسلم'ج۔۳'ص۔۱۴۵۹ ۹) نجم۔۳۹

۱۰) رعد۔۱۱اس آیت کے مفہوم ہی کو مولانا ظفر علی خان نے اپنے ایک شعر میں یوں باندھا ہے :

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۱۱) بقرہ۔۲۰۱ ۱۲) بقرہ۔۲۰۰

زیر بحث موضوع پر ایک اور آیت بھی راہنمائی کرتی ہے :

وابتغ فیمآ اتٰک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیا و احسن کمآ احسن اللہ الیک و لا تبغ الفساد فی الارض ط ان اللہ لا یحب المفسدین۔ (قصص'۲۲)

(قارون کی قوم نے اسے یہ بھی سمجھایا کہ) تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ نہ بھول جا اور جسے۔ اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے تو بھی نیکی کر اور زمین میں فساد اور خرابی پھیلانے کے درپے نہ ہو جا۔

۱۳) مومنون۔۴۳'حجر۔۵

اس مفہوم کی اور بھی متعدد آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا معنی یہ ہے کہ کسی امت یا قوم کی اجل اپنے مقررہ وقت سے نہ پہلے آتی ہے اور نہ تاخیر سے۔ بہر حال ہمارا شاہد یہاں پر یہ ہے کہ فرد کی طرح سے قومیں بھی "موت" اور زوال سے ہمکنار ہوتی ہیں۔

۱۴) نحل۔۱۲۰

ہمارے ہاں بھی اس طرح کے محاورے بولے جاتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی ذات میں ایک انجمن ہے یا ایک تنظیم ہے یا ایک ادارہ ہے۔

۱۵) مسدس حالی۔

۱۶) اس کا معنی ہے : مزدور اور محنت کش اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے۔

۱۷) کلیات اقبال (فارسی) میں علامہ اقبال کی ایک نظم سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ کے بارے میں ہے جو اس شعر سے

شروع ہوتی ہے۔

مریم از یک نسبت عیسی عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

اسی نظم میں مذکورہ مصرع بھی ہے جس کا معنی ہے کہ ایک طرف وہ چکی پیس رہی ہوتی تھیں اور دوسری طرف ان کے ہونٹ قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔

۱۸) انفال۔۶۰ ۱۹) کہف۔۸۴و۸۵

۲۰) نمل۔۴۰

۲۱) اس سلسلے میں بہت سی آیات دیکھی جا سکتی ہیں مثلاً :

انفال۔۶۸ 'انعام۔۵۹ 'یونس۔۶۱ 'ہود۔۶ 'رعد۔۳۹ 'حجر۔۴ 'بنی اسرائیل۔۵۸ وغیرہ

۲۲) نمل۔۴۴ ۲۳) نمل۔۱۸

۲۴) نمل۔۱۹

۲۵) بقرہ۔۲۴۷ ۲۶) الحجرات۔۱۳

۲۷) رسول اکرمؐ کے مشہور خطبے سے اقتباس۔

نیز مسند احمد ابن حنبل ج۔۵ 'حدیث۔۱۵۳ میں رسول اللہؐ کا یہ فرمان درج ہے :

یا ایہا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لافضل لعربی علی اعجمی و

لا بعجمی علی عربی و لا لاحمر علی اسود و لا لاسود علی احمر الا بالتقوی

۲۸) کلیات اقبال (اردو 'بانگ درا' نظم : طلوع اسلام۔ص'۲۷۳

۲۹) ص۔۲۶

۳۰) بحار الانوار 'ج۔۶۷ 'ص۔۲۲۵

۳۱) بحار الانوار 'ج۔۳۷ 'ص۔۲۵ و ج۔۲۷ 'ص۔۲۹

☆☆☆☆☆